تذکرۂ رند

یعنی

حضرت آتش مرحوم کے باکمال شاگرد

نواب

سید محمد خان رند کے عجیب حالات مع منتخب اشعار

مصنفہ

منشی امیر احمد صاحب علوی بی اے

باہتمام احقر العباد محمد حسن

انوار المطابع لکھنؤ مین چھپا

(بسم اللہ الرحمن الرحیم)

تیر بہدف مجربات

اکسیر حیات جملہ جسمانی تکالیف درد، موچ، چوٹ، زخم، وجع المفاصل، لو، اسیر، رقت، سرعت، جریان، ورم، پیٹ کے درد وغیرہ کے لیے اس سے بہتر دوا اس صدی میں ایجاد نہیں ہوئی، سفر حضر دونو اوقات میں اسکا رکھنا نہایت ضروری ہی قیمت فی شیشی عہ محصولڈاک و پیکنگ صرف ۔ /

اکسیر مراد جریان، کثرت احتلام کو دور کرتا ہی، درد سر، دکمر، سستی و کمزوری کا دافع ہی اعضائے رئیسہ کو قوت دیتا ہی، منی کو مغلظ و بہی ہی، توانائی و قوت دینا اسکا ضروری فعل ہی، نا امید نہو جیئے کم سے کم ایک ہفتہ اسکو استعمال کر کے اسکے عجیب و غریب اثر کو ملاحظہ فرمائیے۔ ایک ہفتہ کی خوراک عہ دو ہفتہ کی ۲ محصولڈاک ہر صورت میں ۔ /

نمک فخری بدہضمی، پیٹ کے درد، نفخ، کھٹی یا جلی ڈکاروں، قلت اشتہا اور ضعف معدہ کے لیے بہترین نمک ہی، نمک فخری کی مقبولیت کا یہی راز ہی کہ کھانے کے بعد فوراً معدہ کی اصلاح شروع ہو جاتی ہی جو لوگ معدہ کی شکایات سے مایوس ہو چکے ہوں ایک بار تجربہ کریں ہر گھر اور ہر خاندان میں اسکی ایک شیشی موجود رہنا نہایت ضروری ہے، قیمت فی شیشی کلاں عہ / محصولڈاک و پیکنگ صرف ۸ /

جوہر آتشک آتشک دو دن میں نہایت ہی کہنہ مرض یقیناً دور ہو جاتا ہی ان جوہر کی خوبی کا ثبوت یہ ہی خصوصاً اسوجہ سے کہ جناب حکیم عبد المجید خان صاحب دہلوی اس نسخہ کی قیمت مبلغ تین ہزار روپیہ عنایت فرماتے تھے واقعی یہ نسخہ ایسا ہی بےمثل ہی بڑی تعریف یہ ہی کہ اور دواؤں کی طرح اسکے استعمال سے نہ منھ آتا ہی اور نہ دانت اور دست کی مطلق تکلیف ہوتی ہی اور علاوہ یہ کہ پھر کبھی یہ مرض تمام عمر عود نہیں کرتا، قیمت عہ محصولڈاک و پیکنگ ۔ /

نمک انواری درد گردہ، ریگ مثانہ و پتھری کے لیے اپنا مثل نہیں رکھتا دمہ کے لیے بے انتہا مفید ہی، جو حضرات مختلف معالجات سے پریشان ہو کر نا امید ہو چکے تھے الحمد للہ کہ نمک انواری اُن کے لیے ہمیشہ تریاق و اکسیر ثابت ہوا، قیمت فی شیشی کلاں عہ / محصولڈاک و پیکنگ ۔ /

سرمہ حسینی غبار، دھند، جالا، رتوندی اور ضعف بصارت کے لیے بےمثل و بےنظیر سرمہ، اگر اعتبار نہو تو بطور آزمایش چند روز استعمال فرمالیجیئے تاکہ تجربہ کے بعد ہماری سچائی اور صداقت ثابت ہو، قیمت فی تولہ عہ / نصف تولہ ۸ / محصول ڈاک و پیکنگ ہر صورت میں ۔ / (۳ / کے ٹکٹ آنے پر نمونہ فوراً بھیجا جاتا ہی)

المشتہر: منظہر محسن نمبر ۳۵ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرۃ الشعرا

سیّد محمد خان رندؔ

تیرا کلام کتنا مشابہ ہے میرؔ سے
عاشق ہین رندؔ ہم تو اسی بول چال کے

کہتے ہین کہ سقراط نے جب ہوش سنبھالا اور آنکھین کھولین تو یہ وہ زمانہ تھا کہ خطۂ یونان مین علم و ہنر "پھوٹا پڑا تھا" بڑے بڑے دانشمند، حکیم، فلاسفر، مُورّخ، شاعر، مُقرّر، اور نثّار اس وقت دار السلطنت مین موجود تھے اور کسی علم کے سیکھنے کے لیے شہر سے باہر جانیکی ضرورت نہ تھی، صرف بازارون اور سیرگاہون مین چہل قدمی کرنا تہذیب اور انسانیت سکھانے کے لیئے کافی تھا۔

اُسی طرح جب رجب ۱۲۴۰؁ھ مین نواب سیّد محمد خان رندؔ فیض آباد سے مُنھ موڑ کر لکھنو وارد ہوے تو اُس وقت یہ دار السلطنت بھی علم و فضل کا مخزن، شاعری و نثاری کا معدن، فصاحت و بلاغت کی معیار، زبان و محاورات کی ٹکسال، شائستگی و تہذیب کا گھر، دولت و ثروت کا سرچشمہ، اور حشمت جاہ و جلال کا خزانہ یا یون کہو کہ اودھ کی "دولت مستعجل" کا وہ دلکش مستقر تھا جسکے شیدائی دعوے سے کہتے تھے کہ

گو ملی جنت بھی رہنے کو بجاے لکھنؤ
چونک پڑتا ہون مین ہر دم کہہ کے ہاے لکھنؤ

وہ تمام علوم و فنون جن مین اُس وقت لکھنؤ مرحوم نے ید طولی حاصل کیا تھا، یہان اُن کے بیان سے کیا فائدہ اور سرد بستان یاد دلانے سے کیا نتیجہ۔ البتہ میدان شعر و سخن مین جو درجۂ کمال اُس نے اُس وقت حاصل کیا تھا، اگر ہم اُسے دریافت کرنا اور جواہل کمال اس صنف خاص مین اُس وقت اُس کی محفلون کو گرم کررہے تھے اُن کے دربار گہربار سے فیضیاب ہونا چاہتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ کہن سال بزرگون کے دل تو ہنوز میر و سودا کے نشترون اور خنجرون سے گھائل ہین اور جنھون نے ان تیز اندازون کو لکھنؤ کی مبارک سرزمین پر چلتے نہین دیکھا اُن کے کانون مین مصحفی کی نغمہ سرائیان۔ جرأت کی میٹھی تانین۔ اور انشا کے دلکش راگ ہنوز گونج رہے ہین لیکن نئی نسل ان مقدس اسلاف کو چھوڑ کر اُن کے مقتدر جانشینون کی گرویدہ ہوتی جاتی ہے جو اس وقت اقلیم سخن کی فرمان روائی کررہے ہین۔ یہ گرامی اخلاف کسی بات مین اپنے نامور بزرگون سے کم نہین اور صرف یہ اُن کی نیازمندی اور عقیدت کیشی ہے کہ ان بزرگون کی اولاد معنوی کو جھک کر سلام کرتے ہین وہ اس وقت ملک کلام کے بادشاہ ہین اور اُن کی زبان کا نکلا ہوا ہر ہر فقرہ بلکہ ہر لفظ قانون کا حکم رکھتا ہے وہ اگر گذشتگان کا تخطیہ کرین تو اُن کا مزاحم کون ہے۔ لیکن اپنی سعادت مندی سے ہمیشہ بزرگون کا نام عزت سے لیتے اور جو اُن کا معتقد نہو اُسے "بے بہرہ" بتاتے ہین۔

یہ وہ مبارک عہد ہے کہ رئیس و فقیر۔ امیر و وزیر۔ شاہ و گدا غرض جس کے دل مین ذرا سا بھی سوز و گداز کا جوہر موجود ہے وہ سخن فہم اور قدر دان سخن ہین۔ اُن کی ہمت افزائیون سے مسرور اور مضامین و خیالات کے اُس گران بہا انبار سے جو متقدمین اپنے نشان قدم پر چلنے والون کے لیے چھوڑ گئے ہین مستفید ہو کر ناسخ۔ آتش۔ خلیل۔ صبا۔ وزیر۔ نسیم

انیس و دبیر وغیرہ۔ نظم اُردو کو معراج کمال پر پہونچانے اور زبان لکھنؤ کو دہلی کی قید سے آزاد کرانے کا بیڑا اٹھائے ہین ؎

رِند کھُل جاتا ہے یان کھوٹے کھرے کا پردہ
لکھنؤ اہل ہنر کے لیے ٹکسال ہے آج

اللہ اللہ کیا بابرکت عہد تھا اور کیسے متبرک وہ نفوس تھے جنھون نے اپنی قیمتی عمرین اصلاح زبان، اصلاح سخن، اور اصلاح مضامین کے نذر کردین اور مرنے کے بعد بھی ایسی بیش بہا یادگارین چھوڑ گئے جو اُس ہلکی روشنی کی طرح جو غروب آفتاب کے بعد دیر تک قائم رہتی ہے بھولے بھٹکے مسافرون کو شاہراہ ہدایت پر پہونچا دینے کا وعدہ کرتی ہین۔ یہ وہ مقدس بزرگ تھے جنکے پیش پا افتادہ مضامین اُس وقت اگر ہماری سمجھ مین بھی آجائین تو ہمارے لیے باعث ناز و افتخار ہے جنکی زبان، روزمرہ، بول چال محاورات۔ اور بندشون کو اب ہم سند کے لئے پیش کرتے ہین، اور جن کے کلیات اور دواوین کا مطالعہ آج نومشقون کو اُستاد بنانے کے لیے کافی ہے۔ غرض اُسوقت قدیم ایتھنس کی طرح ان بزرگون کی بدولت لکھنؤ مین شاعری اور سخن سنجی کا وہ دریاے مواج جوش زن تھا اور زبان دانی اور مضمون آفرینی کا یہ شہر ایسا مرکز ہو رہا تھا کہ اُس کی دلکش سیرگاہون، اُسکے دلچسپ منظرون اور اُس کے دلفریب میلون ٹھیلون کی بہار دیکھنا بھی انسان کو تہذیب سکھانے اور شاعر بنانے کے لئے کافی تھا۔

رنگیلے پیا جان عالم کے عہد مین تو اختر شناسون نے یہ راے قائم کی تھی کہ لکھنؤ کا طالع زہرہ ہے اور اسی وجہ سے یہان کا ہر ایک باشندہ (الا ماشاء اللہ) ناچ گانے کا شیدائی ہے لیکن اگر کچھ دنون پہلے منجمون سے اِس معاملے مین صلاح لیجاتی تو شاید وہ اِس خوش دارالسلطنت کو دبیر چرخ کے منتسبات سے بتاتے کیونکہ اس وقت یہان کی خاک پاک علم و فضل بانٹتی نہین بلکہ کوڑیون کی طرح لٹاتی تھی ؎

سُنا رضوان بھی جسکا خوشہ چین ہو
وہ بیشک لکھنؤ کی سرزمین ہے

یہ اسی زمانہ مین کہا گیا تھا اور حسب حال تھا۔ اور ؎

کہان ہون گی میر ایسی اُوہین حور غلمان مین
رہیگا خلد مین بھی یاد ہم کو لکھنؤ برسُون،،

کچھ دنون کے بعد ایک ہمپیر سخن کی زبان پر آیا!! ع

بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اِس باکمال عہد مین اور ایسے اہل کمال کے سامنے شاعری مین فروغ پانا تو دشوار تھا لیکن فن شعر مین کامل ہو جانا ہر شخص کے لیے ایک ادنیٰ توجہ سے ممکن تھا۔ نہ کہ رند کے سے ذہین، طباع، نکتہ رس، عاشق تن، اور عاشق مزاج کے لیے جو، گویا مانند قیس مجنون عشق لیلاے سخن از بطن مادر ہمزاد آوردہ بود،، اور جو وارد لکھنؤ ہونے سے پہلے بھی شاعری مین اپنے ہچشمون سے کچھ بہت پیچھے نہ تھا۔

رند کی ابتدائی زندگی سے ہم کو بحث نہین کیونکہ اُس وقت تک وہ رند ہی نہ تھے سید محمد خان وفا تھے۔ اور اُسکے مفصل حالات لکھنا اُس خوش نصیب کا کام ہی جو اس نامور ہیرو کی مستقل سوانحعمری لکھ کر جس کی لائف لکھنے کی طرف افسوس ہے کہ آج تک کسی نے توجہ نہین کی بلکہ بعض تذکرہ نویسون نے تو اپنی تالیفات مین اس کا صرف نام ہی لکھ دینا کافی سمجھا۔ ولدیت بھی نہ بتائی) حقوق اسلاف سے کسی قدر سبکدوش ہو۔ ہمارے لیے صرف اِتنا ہی کافی ہو کہ وہ نواب سراج الدولہ غیاث الدین محمد خان نیشاپوری کے بیٹے[1] تھے اور سلطنت اودھ کے امراے ذوی الاحترام مین شمار کیے جاتے تھے وہ اپنے بنی عم نواب آصف الدولہ بہادر کے عہد سلطنت مین جمعہ کے دن ۱۱ ربیع الاول ۱۲۱۲ھ کو

[1] یہ نوٹ دوسرے صفحہ پر درج ہو۔

۵۔ سید محمد جعفر از اولاد سید شمس الدین محمد بن حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

سید محمد امین — سید محمد

میر محمد یوسف — میر محمد نصیر

(رضا علی بیگ قزلباش امیر شاہ عباس ثانی کی بیٹی سے شادی)

دختر (زوجہ میر محمد امین) — میر محمد شاہ میر — دختر (زوجہ میر محمد شاہ میر) — دختر زوجہ جعفر خان بیگ بن رضا علی بیگ ثانی — میر محمد امین — (نواب سعادت خان برہان الملک)

مرزا محمد یوسف — مرزا محمد مقیم — دختر زوجہ مرزا محمد مقیم — (نواب صفدر جنگ)

مرزا غیاث الدین محمد خان

مرزا جلال الدین حیدر (نواب شجاع الدولہ)

نواب سید محمد خان سربلند

نواب آصف الدولہ — نواب سعادت علیخان

بادشاہ غازی الدین حیدر — نصیر الدولہ (محمد علی شاہ)

بادشاہ نصیر الدین حیدر — امجد علی شاہ

واجد علی شاہ

(ماخوذ از قیصر التواریخ مولفہ سید کمال الدین حیدر)

بمقام فیض آباد پیدا ہوئے اگرچہ نواب وزیر کی پارٹی نے اپنا مستقر لکھنؤ بنا لیا تھا لیکن جناب امۃ الزہرا بیگم (عرف بہو بیگم) زوجہ نواب شجاع الدولہ مرحوم کے توسل سے اکثر اعوان و اخوان ریاست ہنوز فیض آباد ہی مین مقیم تھے اس لیے ہمارے ہیرو کی بھی عمر کے اٹھائیس سال وہین گذرے۔ محلات شاہی مین ناز و نعمت سے پرورش پاتے اور حسینان بذلہ سنج کے جھرمٹ مین اپنا وقت عزیز صرف کیا کرتے تھے اور اس طرح اپنے دل و دماغ کو اُس عظیم خدمت کے لیے تیار کر رہے تھے جس کے لیے کارکنان قضا و قدر نے اُن کو منتخب کر کے بھیجا تھا۔

جس بلند رتبہ۔ دلکش، اور دلچسپ سوسائٹی مین اُنھون نے پرورش پائی، یہ اُسی کا فیض تھا کہ مبدء طفلی ہی سے شعر و سخن پر مائل تھے اور ہوش سنبھالتے ہی ابیات عاشقانہ یاد کرنے۔ اُن کو سمجھنے اور اُن سے لطف پانے لگے تھے۔ چنانچہ دیوان اوّل موسوم بہ گلدستۂ عشق کے خاتمے مین خود ہی تحریر فرماتے ہین کہ "اصلا بہ تحصیل کتب درسی نمی پرداختم۔ و ابیات عاشقانہ بیش از حد و زیادہ از عد از بر نمودہ مانند عندلیب فصل بہاری زمزمۂ شعر خوانی بلندی می ساختم۔ و باستماع ابیات عاشقانہ حالت وجد طاری می شد و دل عشق منزل مثل مرغ بسمل بیتابانہ می تپید۔"

جب تک فیض آباد مین مقیم رہے میر مستحسن خلیق سے جن کی صفت صرف اسقدر کافی ہے کہ وہ میر انیس مرحوم کے والد بزرگوار اور استاد تھے اصلاح لیا کرتے تھے اور اس عرصے مین ایک دیوان بھی مرتب کر لیا تھا جس مین مراثی سلام۔ رباعیان اور غزلین وغیرہ تھین لیکن جب بہو بیگم صاحبہ جنت نصیب ہوئین اور استاد موصوف بھی

علہ مین روز و ماہ و سال اپنے تولد کا بتاتا ہون۔ وہ رکھین یاد تحقیقات جن لوگون کی عادت ہے

سن ہجری بارہ سو بارہ تھا جمعہ کا دن تھا، ربیع الاولین کی گیارھوین روز ولادت ہے۔

(از مقدمۂ دیوان ثانی)

فیض آباد سے فرخ آباد چلے گئے تو یہ گھر بار سے منہ موڑ کر لکھنؤ آ گئے "اور یہاں آتے ہی آتش کے زمرۂ حلقہ بگوشان مین داخل ہو گئے اور انھین کے ارشاد کے موافق وفا کو چھوڑ کر اسم بامسمی رند بن گئے۔

ابتدائی کلام تلف ہو گیا۔ خدا معلوم جوانی کے جوش مین کیا کیا ستم ڈھاتے ہونگے اور کیسے کیسے چست مضامین نظم کیے ہون گے۔ مگر اس خزینے کی بربادی کا تاسف اس خیال سے کم ہو جاتا ہے کہ اس بلند ہمت شاعر نے آتش کی شاگردی کرنے کے بعد اپنا پچھلا کلام صفحۂ ہستی سے معدوم کرنے مین خود کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا تھا" اور اجزائے سابقہ کو مثل یوسف عزیز میداشت رو برخے اخوان زمان بالتمام درچاہ انداختہ بود" اور اس طرح عالی نظری۔ قدر شناسی اور خلوص کا وہ عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا تھا جس کی مثالین نظم اردو کی تاریخ مین کم دستیاب ہون گی

خواجہ حیدر علی آتش کا نظم اردو مین جو مرتبہ ہے وہ محتاج بیان نہین اور اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ ان کی شاگردی رند کے لیے باعث شرف تھی چنانچہ وہ خود ہر موقع پر اس داغ غلامی کو بڑے فخر سے بیان کرتا ہے اور اسی کو اپنی قابلیت و کمال کا سارٹیفکٹ سمجھتا ہے کہتا ہے کہ ؎

کس طرح سے نہ فن شعر مین کامل ہو رند
دس برس دیکھی ہو آتش سی جب استاد کی آنکھ

یا

رندین اصلاح کس سے خواجہ آتش کے سوا
ہو چکے ہین دس برس آگے مرید اس پیر کے

یا

عیب سے پاک و مبرا ہے کلام ان کا رند
جو غزل حضرت آتش کو دکھا لیتے ہین

اورخصوصاً اُس غزل کے مقطع مین جو مشاعرہ مین سُرخرو ہونے پر لکھی تھی (جس کا مطلع ہے)

کوہ فرہاد سے مجنون سے بیابان جیتا
وحشتِ دِل ترے اقبال سے میدان جیتا

بڑے جوش عقیدت اور خلوص نیازمندی سے کہتا ہے

چل کے اب عرض کرو حضرت آتش سے رند
معرکہ آپ کا یہ طفلِ دبستان جیتا

کہنہ مشق استاد کا دل ان عقیدت مندیون سے باغ باغ ہوتا ہوگا اور اپنے عزیز شاگرد کی ذہانت۔ طباعی۔ ذکاوت۔ اور اُس کے ساتھ ساتھ اظہار نیازمندی سے اُس کے قلب کو مسرت حاصل ہوتی ہوگی۔ اور شاید یہ اُسی بھی سعادتمندی کا ثمرہ ہے کہ آج ہم کو یہ کہنے کی ہمت پڑتی ہے۔ کہ آتش کی شاگردی رند کے لیے باعثِ شرف تو ضرور تھی لیکن آتش کے لیئے بھی یہ کچھ کم باعث فخر نہ تھا کہ رند کا سا طباع۔ باخبر۔ اور قادر الکلام اُستاد اُس کا شاگرد ہوا۔ اور شاگرد بھی کیسا کہ سعادت مند۔ جو نہ تو اپنے بھائی بندون کی طرح ایک مسلم الثبوت اُستاد کو چھوڑ کر حریفون کی شاگردی کا دم بھرنے لگا۔ اور نہ خود کبھی اُستادی کا مدعی ہوا۔ بلکہ ہمیشہ یہی کہتا رہا کہ

فرق ہے ذرۂ و خورشید کا اے رند صریح
شعر مین بڑھ کے نہ چمکے کبھی اُستاد سے ہم

بزرگون سے سُنا ہے کہ جس زمانہ مین رند کا کمال سخن لکھنؤ مین شہرت عام پاچکا تھا اور واہ واہ سبحان اللہ کے نعرون سے اُس کے ہر شعر اور ہر مصرع کا استقبال کیا جاتا تھا اُس نے ایک غزل لکھی جس کا مطلع ہے

ٹھہرا دو سُرخ ہوا شبنم مین کا لا ہو کر
رہ گیا ابکی برس بھی نہ مجھے سودا ہو کر

اور اُس غزل مین ایک شعر یہ لکھا کہ ؎

اگر ئی کا ہو گمان شک ہے ملا گیری کا
رنگ لایا ہے دوپٹہ ترا میلا ہو کر

فخریہ اُستاد کے پاس غزل لے گئے اور عرض کیا کہ اس زمین مین "میلا" کا دشوار قافیہ جیسا اس نیازمند نے باندھا اس سے بہتر ممکن نہین۔ آتش بھی زمانہ دیکھے ہوے تھا اور اپنے استاد مصحفی سے "کفن بگڑا" اور "دہن بگڑا" کے معرکے[۱] مین ایسی ہی حجت کر چکا تھا۔ سمجھ گیا کہ حوصلہ مند شاگرد کے دل مین اب کچھ ولولۂ استادی پیدا ہو چلا ہے اس لیے اُس وقت تو چپ ہو رہا مگر بعد کو ایک دوسرے عزیز شاگرد کی غزل مین وہی قافیہ خود باندھا اور حق یہ ہو کہ خوب باندھا فرماتے ہین ؎

بلبل کشتہ کو صیاد کفن کیا دیتا
پیرہن گل کا نہ اترا کبھی میلا ہو کر

اولوالعزم شاگرد کے شیشۂ دل پر چوٹ تو ضرور لگی مگر یہ اُس کی سعادت مندی تھی کہ نہ اس صدمے کو زبان پر لایا اور نہ آتش کی سنت ادا کرنے کے لیے اپنے استاد سے بگڑ کر خود کوس استادی بجالانے لگا!!

آتش کے تلامذہ مین علاوہ رند کے خلیل۔ صبا۔ اور نسیم نے بھی بہت شہرت پائی اور اُستاد کا نام خوب روشن کیا لیکن باغ خلیل پر کلام کے تلف ہو جانے سے قبل از وقت خزان آگئی۔ صبا کا کیا ٹھکانا۔ نکتہ چین کہتے ہین کہ ہوا کا ایک جھونکا تھا جو ادھر آیا اُدھر گیا!! نسیم نے البتہ بقاے دوام کا خلعت پایا مگر وہ صرف گلزار کی بدولت کیونکہ جو دیوان غزلیات اُن کی طرف منسوب کیا جاتا ہو وہ ایسا خار دار ہو کہ اُس کو مصنف گلزار نسیم کی تصنیف بتانا افسوس مین چھیڑ کیا پھر یا زلفت مین گزی کا پیوند ہو!!!

---

[۱] دیکھو شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد کا تذکرہ آبحیات۔ دور پنجم حیات آتش۔

سن رسیدہ بزرگ تو حلیل اور صبا کو رند سے بھی افضل بتاتے ہین لیکن بیسوین صدی مین اس دعوی کا ثابت کرنا دشوار ہی کیونکہ حلیل کا جو کلام اس مرتبے کا تھا کہ آتش کے شاگردون مین اس کو مسند فضیلت پر بٹھاتا پردۂ عالم سے معدوم ہو گیا اور صبا کی شاعری کا جو رنگ تھا اُس کے قدر شناس آج انگلیون پر گنے جا سکتے ہین۔

رند و صبا کی شاعری کا مقابلہ کرنا بہت سہل ہی کیونکہ دونون استادون کے دیوان موجود ہین۔ ایک ہی بحر ایک ہی ردیف اور ایک ہی قافیے پر دونون کے اشعار ملتے ہین اور اُن کا موازنہ آسانی سے ہو سکتا ہی لیکن اس بحث کا کسی دوسرے موقع کے لیے (بضمن تذکرہ میر وزیر صبا) اُٹھا رکھنا زیادہ مناسب ہی اس وقت مین صرف ایک ہی شعر پر اکتفا کرتا ہون۔

رند نے آخر عمر مین اپنے استاد کی فرمائش سے جو غزل لکھی ہی اُسمین ایک شعر ہی ؎

رہا شباب تلک تاک جھانک کا لپکا
وہی ہین آنکھین تو لیکن وہ دیکھ بھال نہین

اسی مضمون کو اسی زمین اور اسی قافیے مین صبا نے یون نظم کیا ہی

شباب کی سی کہان جھانک تاک باہری ہین
یہ آنکھین ہین وہی لیکن وہ دیکھ بھال نہین

صبا نے مضمون بہت صاف کر دیا اور لفظ "تلک" کو بھی (جو اب متروک ہی) استعمال نہین کیا لیکن رند کے پہلے مصرع مین "لپکا" اور دوسرے مین "تو" کا جو دلکش مفہوم تھا اُس کا عشر عشیر بھی ادا نہ ہو سکا ؎

نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند!!!

؎ غزل کہی ہے یہ اے رند حکم آتش سے — وگرنہ شعر کا مدت سے کچھ خیال نہین

(رند دیوان ثانی)

آتش کے ان دونوں نامور شاگردوں نے جو مختلف طرز اختیار کیے تھے وہ دونوں کا ایک ایک مطلع اور مقطع دیکھنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

صبا کہتے ہیں ؎

گل کو وہ چھیڑتے ہیں باغ میں آتے جاتے	باتیں بلبل کو ہزاروں ہیں سناتے جاتے
اے صبا ہوتے ہیں دنیا میں تماشے کیا کیا	اپنی قدرت کے ہیں وہ کھیل دکھاتے جاتے

رند فرماتے ہیں ؎

سانس بھی تن بسمل میں جو آتے جاتے	اور خنجر کا دیا بھلا دو نے جاتے جاتے
چاہتا ترک کو یا ذکر وہ خونخوار	تیغ نے بد رند تھکیں ہم میں جتاتے جاتے

کیا اب بھی کوئی شک کر سکتا ہے کہ ان میں سے ایک مطلع ایسا ہے جو مٹ نہیں سکتا جب تک کہ اردو زبان اور اسکے سمجھنے والے پردۂ عالم سے نیست و نابود نہ کر دیے جائیں اور دوسرا ہوا کا ایک جھونکا تھا جو ادھر آیا ادھر گیا"!!

میں یہ تو نہیں کہتا کہ محاورات اور روزمرے کو جانے دیجیے جسکا رند بادشاہ ہے۔ شوخی و طراری سے قطع نظر کیجیے جس میں رند کو خاص ملکہ ہے۔ فصاحت اور سادگی بیان سے بحث نہ کیجیے جو رند کا حصہ ہے تاثیر اور چستی آمد و بندش کو الگ رکھیے جن کا جوہر قسام ازل نے رند میں خاص طور پر ودیعت رکھا تھا۔ معاملات اور راز و نیاز کو بھلا دیجیے جس میں کوئی جگہ بھی کہنا ہوگا کہ رند آپ بھی کہتا تھا غمزہ و کرشمہ ناز و انداز کا نام نہ لیجیے کیونکہ یہ تو رند کے سامنے ہر وقت ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے۔ صرف روکھے پھیکے اور فرسودہ مضامین میں اس استاد نے جو کچھ کہا ہے اس کا جواب بھی صبا کی کلیات سے دستیاب نہیں ہو سکتا"۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ رند و صبا دونوں سپہر سخن کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ دونوں ایک ایک خاص رنگ کے مالک تھے اور اس طرز خاص پر ایسا تصرف کر لیا تھا کہ جب دوسرا اس راستے میں مقابل آتا تھا تو منہ کی کھاتا تھا لیکن یہ تو کون کہے گا کہ آفتاب و ماہتاب کی نسبت

ضرور تھی۔ کوئی اپنے ذاتی جوہر سے چمکتا تھا اور کوئی چمکنے والی چیز دن کے عکس سے بہرہ اندوز ہوکر خلقت کو نور بخشتا تھا (مین خاطر احباب سے یہ بھی نہ بتاؤن گا کہ کون آفتاب تھا اور کون ماہتاب نکتہ رس خود ہی دریافت کرلین گے کہ ہذا ربی۔ ہذا اکبر۔) بہرحال دنیا کو دونوکی ضرورت تھی کسی کی دن کو اور کسی کی رات کو!! ایک کی ثنا و صفت مین مبالغہ کرنا دوسرے کی اہانت ہی کسی کا دل دکھانے سے کیا فائدہ اِس تذکرہ کو جانے ہی دو!!

غرض اس مین شک نہین کہ موجودہ زمانہ مین شاعری کا جو طرز پسند کیا جاتا ہے اُس کے دیکھتے ہوے آتش کے شاگردون مین رند کا نمبر اول ہی اور اگر اُس کو فخر اُستاد کہین تو کچھ بیجا نہین۔

کلیات رند جو اِس وقت رائج ہے اُس مین ایک تو دیوان گلدستہ عشق ہی جس کو ۱۲۵۸ھ مین شاعر نے خود مرتب کیا تھا اور دوسرا دیوان غیر مکمل ہی جو غالباً بعد کو ترتیب دیا گیا۔

دواوین مین غزل۔ رباعی۔ قطعہ۔ قصیدہ۔ مثنوی مخمس مسدس۔ اشعار متفرق غرض کل مروجہ اصناف سخن پر طبع آزمائی کی ہی۔ اور ہر ایک مین شان استادی قادرالکلامی اور کہنہ مشقی کا جلوہ موجود ہی۔

رباعیان کم ہین لیکن جسقدر ہین اُن کو سلک جواہر کا خطاب دینا کچھ بیجا نہین ہونے کے لیئے دو ہی کافی ہین۔

تنہا جو کبھی یار کو مین پاتا ہون کہتا ہی وہ مسکرا کے "اے رند سُنا!	بیتاب ہو دوڑ کر لپٹ جاتا ہون" مین تیری انھین باتون سی گھبراتا ہون"
ہو کے بیزار عبث گھر کو نہ جاؤ آؤ دل نہین دیتا مین اس بات پہ کیے زردہ ہو	ٹھوڑے سے رنج کو اتنا نہ بڑھاؤ آؤ روٹھے جاتے ہو اِسی بات پہ آؤ آؤ

قطعے کلیات مین بہت ہین اور جو ہے وہ ایک خاص رنگ مین ڈوبا ہوا اور سچے

بیشل ہین کہتے ہین ؎

جان بلب ہو گیا دوروز کی غفلت مین تری	اپنے بیمار کا احوال مسیحا دیکھا
کل تو سب کر چکے تھے گور و کفن کی تدبیر	جان جان آج تو تو نے اُسے اچھا دیکھا
اپس آپ تشریف لیجائیے	جو گذرے گی مجھپر گذر جاے گی
طبیعت کو ہوگا قلق چند روز	ٹھہرتے ٹھہرتے ٹھہر جاے گی

پچھلی صدی مین ذوق دہلوی۔ قدر بلگرامی۔ امیر مینائی اور محسن کاکوروی نے قصائد کو ایسے بلند پایہ پر پہونچادیا ہو کہ رند کی قصیدہ گوئی کا ان بزرگون کے سامنے نام لیتے بھی شرم آتی ہو لیکن رند کے اظہار کمال کے لیے یہی دلیل کیا کم ہو کہ اُس نے قصیدے کے تنگ اور دشوار گذار میدان کی طرف بھی جو اُس کے راستے سے کوسون دور تھا توجہ کی اور ایک صاف گو اور سادہ بیان شاعر سے اِس صنف سخن مین (جس کے لیے بلند پروازی اور شکوہ الفاظ لازم ہی) جیسی توقع ہو سکتی تھی اُس سے اچھا کہا اور بہت اچھا کہا نواب علی نقی خان وزیر شاہ اودھ کی شان مین جو قصیدہ لکھا ہو اُس کی تشبیب یون فرماتے ہین ؎

فیض سے بادبہاری کے کریگا اسہال	آہ بلبل کے شجر سے گل تاثیر ظہور
قوتِ نامیہ کے نشو و نما کے باعث	دانۂ اشک بھی سرسبز اگر ہو گیا دور
آنکھ اُٹھا دیکھو شگوفے کی طرف جو گا ہے	ید بیضا سا چمکتا ہو ہر اک شاخ پہ نور
گرد پھرتی ہو خیابان کے نسیم سحری	گل سے دامن کو صبا اپنے کیے ہو معمور

مثنوی جو دیوان اول کے ساتھ شامل ہو ایک نامۂ شوقیہ ہو جو اپنے محبوب کے پاس فرخ آباد سے روانہ کیا تھا۔ اسکے اشعار سنتے ہین کہ تازہ چوٹ کھاے ہوئے دل سے نکلے ہین اسلیے کسی قدر اثر ان مین ضرور ہی ورنہ بہ حیثیت مثنوی کے یہ نظم کسی تعریف کی مستحق نہین اور اس کو رند کی طرف منسوب کرتے بھی طبیعت ہچکچاتی ہی۔ خیر کیا ہوا اکریمے کو بھی تو شیخ سعدی ہی کی تصنیف بتاتے ہین !!!

خمسے بعض تو اپنی ہی غزلون پر ہین اور ایک حکیم نواب مرزا شوق لکھنوی کی غزل پر ہی جس کا مطلع ہو ؎

کہنے مین نہین ہین وہ ہمارے کئی دن سے
پھرتے ہین اُنھین غیر اُبھارے کئی دن سے

دونون شاعر ہمعصر، ہم مذاق، اور ایک ہی رنگ مین ڈوبے ہوے ہین۔ اِس لیے ابتدائی تین مصرعے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ بقیہ دونون مصرعے کبھی انھین کی ضرورت سے موزون کیے گئے تھے بلکہ کہین کہین تو یہ امتیاز دشوار ہو جاتا ہو کہ یہ دونون دو مختلف شاعرون کے زورِ طبع کا نتیجہ ہین اور یہی خمسے کا کمال ہو۔ مثال کے لیے دو بند ملاحظہ ہون ؎

بس چپکے ہی بیٹھے رہو کچھ منھ پہ نہ لاؤ
گر دل کو بچھا ڈکر اب آنکھون کو چُراؤ
فقرے یہ کسی اور کو دو قسمین نہ کھاؤ
ہم جان گئے آنکھ ملاؤ نہ ملاؤ
بگڑے ہوے تیور ہین تمھارے کئی دن سے

مین بیٹھتا تھا پاس کے تو فرماتے تھے ہٹ کر[1]
اور لیٹتے تھے پاس تو شرما کے سمٹ کر
آرام وہ اب کرتے ہین سینے سے لپٹ کر
منھ گال پہ رکھ دیتے ہین کرتے ہین چمٹ کر
کچھ کچھ تو حیا کم ہوئی بارے کئی دن سے

"چمٹ" کے سخت قافیے کو ایسی خوبصورتی سے نباہ جانا کہ کسی جگہ آورد نہ معلوم ہو رند ہی کا کام تھا۔ خصوصاً مصرعۂ اولی مین "تو ہٹ کر" ایسی بیساختگی سے موزون ہوا ہو کہ اُس سے بہتر شاید ممکن ہی نہ تھا۔

[1] اگر نئے تہذیب یافتہ گروہ کو یہ بند خلافِ اخلاق معلوم ہو تو اُس کا الزام رند پر ہی نہ شوق پر (جس کی غزل ہی) سے خواجہ الطاف حسین حالی نے بھی اپنے مقدمۂ دیوان کے چند صفحے رنگین کیے ہین، اُس وقت کی سوسائٹی کے عام مذاق پر جسکے خلاف چلنا "دریا مین رہ کر مگر کی بیر" سے کم دشوار نہ تھا اور جس پر ہم نے اپنے مضمون اُردو شاعری نمبر ۱ مین مفصل بحث کی ہو۔ من شاء فلیرجع الیہ۔



محبت نام ایک واسوخت ہی جو دیگر اساتذہ متاخرین کے واسوختون سے بہت گھٹا ہی لیکن اُس مین بھی ایک ایسی جدت کی ہی کہ اُس کا تذکرہ ضروری ہوگیا۔

قریب قریب کُل شعرا کا جنھون نے اس صنف سخن کی طرف توجہ کی طرز عمل رہا ہی کہ واسوخت مین معشوق کو جلی کٹی سُنا کر اُس سے پھر میل کر لیا کرتے ہین لیکن ننّد کی ہمت و جوانمردی بھلا اس ننگ کو کیونکر جائز رکھتی وہ تو اس بات پر مرتے تھے کہ

عُمر بھر پھر نہ زبان سے کبھی اقرار کیا ۔۔۔ جب کسی بات کا ناچیز نے انکار کیا

یہ جو معشوق سے بگڑے تو سچ مچ قطع تعلق ہی کر دیا !!

بہ حیثیت مجموعی واسوخت کچھ زیادہ تعریف کے قابل نہین لیکن دو چار بند تو اس معرکے کے لکھے ہین اور نیچر کی ایسی سچی تصویر اتاری ہی کہ جو کیفیت اُن مین بیان کی گئی ہی اگر اپنے اوپر بیت نہ چکی ہو تو اُس کی پوری خوبیان بھی ذہن مین نہین آسکتین بلکہ شاعر بھی ایسی دقیق فلسفیانہ تشریح نہ کر سکتا اگر وہ اُن جذبات کے اظہار مین صادق البیان نہوتا!!

مثلاً شب جُدائی مین اپنی بیقراری بیان کرتے کہتے ہین ۔

جو ہوا اور قلق اس دل مضطر کو سوا ۔۔۔ ایڑیان رگڑین زمین پر کبھی سر سے ٹپکا
دیکھا جب یون بھی تسلی نہین ہوتی اصلا ۔۔۔ دونون ہاتھون سے جگر تھام لیا اُٹھ بیٹھا

کیا کہون رات غضب کی تھی کیا کیا جانی
کبھی لیٹا کبھی بیٹھا کبھی ٹہلا جانی

یا ایام وصال کے مزے یاد دلاتے ہوئے فرماتے ہین ؎

رات دن یونہی رہا کرتی تھی باہم صحبت ۔۔۔ عشق تھا ہم سے تجھے تجھ سے ہمین تھی الفت
نام اغیار سے صاحب کو ہوئی تھی نفرت ۔۔۔ گھر تک اپنے نہ جاتے تھے ہم بے رخصت
کبھی جاتے تھے تو ہم گھر کے لیے جاتے تھے ۔۔۔ جی تو دن نکلتا تھا گھبرا کے چلے آتے تھے

اشعار متفرق اُردو اور فارسی دونون زبانون مین ہین اور سچ یہ ہو کہ بکھرے ہوے موتی ہین اُردو کے لیے تو کسی تعارف کی ضرورت نہین البتہ فارسی اشعار کے لیے اس قدر تمہید مناسب معلوم ہوتی ہے کہ وہ نہ جامی نہ انوری کے ہین نہ سعدی و نظامی کے بلکہ ایک ہندی شاعر نے اس وقت کہے ہین جبکہ فارسی شاعری کا مذاق ہندوستان سے کم ہونا شروع ہوگیا تھا اور یہان کی عام زبان اُردو ہو چکی تھی اس نظر سے دیکھو تو کیا بُرا کہا ہے

گرچہ آشوب جہان بود خرامے تو ولے — کس نمی گفت کہ این حشر عیان خواہد شد
آنکہ در طفلی ادبیر و جوان گشت ہلاک — خوش زمانے کہ چنین شوخ جوان خواہد شد

دلم برد از بزم شیرین لیے شوخے پریزادے — بت سنگین و لے کافر و شے صد فتنہ ایجادے

اُردو کے متفرق اشعار مین سے اس مقام پر اُس مطلع کا ذکر زیادہ مناسب ہے جو اُنھون نے اپنی ذہانت اور طباعی سے ایک نئی بحر مین تصنیف کیا تھا اور شیخ امام بخش ناسخ کے پاس (جن کے کمال کے یہ بھی باوجود شاگرد آتش ہونے کے معترف تھے[۱]) بغرض اصلاح بھیجا تھا شیخ صاحب نے جواب مین تحریر فرمایا۔ "از قرائن معلوم می شود کہ . . . . ارکان کامل دوا فرا بکار بردہ اضمار و عصب را آوردہ اند و گرنہ از دوائر خارج است مستفعلن از متفاعلن باضمار و مفاعیلن از مفاعلتن بعصب گرفتہ مستفعلن و مفاعیلن کردہ اند سبحان اللہ

وہ مطلع یہ ہے ؎

مدت ہوئی نہین دیکھا دلدار کو قیامت ہے
تدبیر کچھ نہین بنتی کیا موت سے ندامت ہے

مین نے رند کے متذکرۂ بالا اصناف کلام پر ضرورت سے زیادہ مفصل ریویو لکھا اور

[۱] شیخ ناسخ خواجہ آتش کے سوا بفعل رند — شاعران ہند مین کہتے ہین طرز میر ہم
(رند۔ گلدستۂ عشق)

اُس کی غزل گوئی کا (جس نے کہ لکھنؤ کے ایک بگڑے ہوے نواب زادے کو حضرت رند بنا کر قبول عام اور بقاے دوام کے دربار مین معزز جگہہ دلائی) اِس خیال سے اب تک ذکر نہین کیا کہ نئی تعلیم یافتہ نسل اِس صنف کو نظم اُردو کے دامن پر ایک بدنما داغ سمجھتی ہے اس سے اپنی عام بیزاری ظاہر کرتی اور اس کو بالکل فراموش کر دینا چاہتی ہے لیکن مجبور ہون کر رند کے متعلق کوئی مضمون اس وقت تک مکمل نہین ہو سکتا جب تک کہ اسکی غزلون کا تذکرہ نہ کیا جاے کیونکہ جس مبارک عہد مین اس بادشاہ سخن نے نشو و نما پایا اسوقت شعرا اپنی نازک خیالیان زیادہ تر غزلون ہی کی صورت مین ظاہر کیا کرتے تھے اور ایک طول طویل واقعے کو چند مختصر الفاظ مین شعر کی محدود بحر کے اندر ادا کر دینے کو غلطی سے (!) کمال سمجھتے تھے اور رند نے بھی جو کچھ شہرت اور عزت پائی تھی وہ اس مختصر نویسی ہی کے طفیل مین !!

اب غزلون کی طرف توجہ کیجیے تو ع

این جاست کہ آفتاب تیز است

مجموعۂ غزلیات ان تمام شائستہ اور بلند مضامین کا گنجینہ ہی جو ایک مہذب زبان کی دلکش نظمون مین ہونا چاہیے۔ سوز و گداز۔ درد و غم۔ تصوف و معرفت۔ وعظ و تلقین تربیت اخلاق بے ثباتی دنیا قصص و حکایات۔ وصل و جدائی۔ ظرافت و طراری۔ آزادی و بیباکی۔ ناز و نیاز مے و معشوق۔ فطرت کی صناعیان۔ قدرت کی کاریگریان۔ نیچر کے جلوے حسن و عشق کے کرشمے۔ غرض ان تمام دقیق حکیمانہ اور فلسفیانہ مباحث پر مشتمل ہون اور استعارون کے پردے مین۔ محاورون اور ضرب المثلون کی چاشنی دیتے ہوے زبان کی فصاحت لطافت و حلاوت کے ساتھ ساتھ۔ اور سامعین کے عادات و اطوار اقوال و افعال حرکات و سکنات کو پیش نظر رکھ کر اس عالی دماغ شاعر نے اپنے سنجیدہ خیالات کو ایسی شان سے ظاہر کیا ہو کہ وہ مسئلۂ اخلاق۔ یا تمثیل معاملات دنیا۔ یا تشریح حسن فطرت جس اُس شعر کے

محدود دائرے مین ایک مختصر اور معنی خیز لکھ دیا گیا ہو (بہ خلاف اس حالت کے جو آج کالجون اور مدرسون مین جو کھی جاتی ہو کہ طالب علم نے استاد سے فلانش تھیزم یا احیاء العلوم کا درس لیا اسکے معانی و مطالب کو بہت دل لگا کر ذہن نشین کرنیکی کوشش کی مگر جب گھر پہونچکر کتاب کو بالاے طاق رکھا تو یہ بھی یاد نہ رہا کہ آج کیا سبق تھا) پڑھنے والے۔ سننے والے، بلکہ پاس سے ہو کر گذر جانے والے کے دل پر کالنقش فی الحجر ہو جاے اور جب تک دم مین دم رہے اُس مؤثر تعلیم کا ایک لفظ بھی ہرگز فراموش نہ ہو اور اگر تقاضاے بشریت سے کسی جگہ پر بھی سہو واقع ہو جاے تو جب تک وہی لفظ جو استاد کی زبان سے نکلا تھا یاد نہ آجاے دلمین کانٹا سا کھٹکتا رہے و ازینجاست کہ گفتہ اند

ان من الشعر لحکمۃ وان من البیان لسحرا

نافہم شاید اس تعریف کو مبالغے پر محمول کرین لہذا دفع دخل کیا جاتا ہو کہ کسی وصف کے قبول کرنے کے لیے موصوف مین قابلیت کا جوہر ہونا بھی ضرور ہو ورنہ ؎

برہمہ عالم ہمی تابد سہیل

جاے انبان می کند جاے ادیم

رند کی غزلون مین ایک عجیب بات ہو کہ وہ کبھی تو میر و سودا کے مقابل آتے ہین، یا ناز جرأت و مصحفی مترنم ہوتے ہین، یا مومن و غالب کا طرز بیان اختیار کرتے ہین اور کبھی نواب مرزا شوق کی زبان بولنے لگتے ہین، لکھنؤ مین رعایت لفظی کی عام وبا جو اُس وقت پھیلی ہوئی تھی اُس مین مبتلا ہوتے ہین اور اس قدر پستی کی طرف جاتے ہین کہ جان صاحب یا میان عصمت وغیرہ کے کلام سے اتنا ہی فرق رہ جاتا ہو کہ عورت نہین بنے اور فحش الفاظ سے پرہیز کیا

ہر ایک رنگ کا نمونہ دیکھیے ؎

پہلا جلوہ

ہین اب تو چلن یار کے دُنیا سے نرالے
لو دیکھتے ہی دیکھتے کیا پانون نکالے

پرُ آبلہ ہے سوز جدائی سے سراپا
دیکھے تو کلیجے کے دکھاؤن تجھے چھالے

دل سینے مین بیتاب ہی جان آئی ہی لب پر
اب جان کو روکے کوئی یا دل کو سنبھالے

کیا کہتا ہے ہر بار "تجھے قتل کرون گا"
اِک جان ہی میری اسے تو لے کہ خدا لے

کیا خستگی حال پہ عاشق کے ہو خندان
توبہ کرو اسد مصیبت مین نہ ڈالے

آنکھین تری مدہوش ہین تنہا ہی مرا دل
دو مست نہ سنبھلین گے اکیلے کے سنبھالے

آغاز محبت مین ہوا ہجر کا بیمار
دل دیتے ہی مجھ کو تو پڑے جان کے لالے

ڈرتا ہون لہو دیکھ کے غش آئے نہ تجھ کو
تلوار لگا شوق سے پر منھ کو پھرا لے

ادھ دل ہدف تیر نگہ پھر کیا تو نے
اگلے ہی مرے زخم جگر تھے ابھی آلے

کیون رند کے دیوان کی کرین قدر نہ عاشق
اجزا ہین یہ سب علم محبت کے رسالے

زہد و تقویٰ سے پھرا لے رند مین گھبرا اُٹھا
پھر چلا دیر کو مسجد سے مُصلّا اُٹھا

تاب نظارہ دیدار نہ لاؤ گے کلیم
پردے پڑ جائین گے آنکھون پہ جو پردہ اُٹھا

ضعف اسے کہتے ہین سینے سے لبون تک آ کے
سو جگہ راہ مین نالہ مرا بیٹھا اُٹھا

بن پڑا کچھ نہ علاج تپ فرقت اس سے
ہاتھ مل کر مرے بالین سے مسیحا اُٹھا

سُن کے مرنے کی خبر رند کے بولا رو کر
آج دنیا سے مرا چاہنے والا اُٹھا

دو دو زلفین یار کی ہلتی ہین نالون پر مرے
وجد کرتا ہی صدائے نے پہ جوڑا سانپ کا

کچھ سمجھ کے کر رہا ہون یار کی زلفون کی داشت
پالتا ہون اپنے کٹوانے کو جوڑا سانپ کا

دوسرا جلوہ

اے پری یاد ہے وہ ناز سے آنا تیرا
منھ کو شرما کے دوشالے مین چھپانا تیرا

آنکھین نیچی کیے شرمائے ہوئے منھ پھیرے
مسکرا کر وہ گلوری کا چبانا تیرا

نقش ہے دل پہ مرے آج تلک اے ظالم
سب کی نظرون کو بچا آنکھ لڑانا تیرا

دیکھ کر کوچے مین اپنے مجھے بولا وہ شوخ
نہین کمبخت کہین اور ٹھکانا تیرا

قطعہ

کتنا سمجھایا سمجھتا نہین تو او ظالم
دل بیتاب یہی ہے جو ستانا تیرا

ڈالتا ہون کسی جلاد کے پالے تجھ کو
آج ہی کل مین لگاتا ہون ٹھکانا تیرا

چھپ کے گھر غیر کے جایا نہ کرو
ربط ہر اِک سے بڑھایا نہ کرو

اپنا سمجھو مرا دل شوق سے لو
میری جان اپنا پرایا نہ کرو

ہوش مین آؤ پریزادو تم
مجھ کو دیوانہ بنایا نہ کرو

ہو نہ انگشت نما مثل ہلال
جان تو چندی مین جایا نہ کرو

شرم بیجا ہے برا کرتے ہو
اچھی صورت کو چھپایا نہ کرو

لوگ بد وضع کہین گے تم کو
میلے ٹھیلے کبھی جایا نہ کرو

جان کس کام کا یہ بھولاپن
دم مین ہر ایک کے آیا نہ کرو

عاشقون کی بری گت ہوتی ہے
تم ستاری تو بجایا نہ کرو

خوش نہین آتا اگر میرا کلام
تو غزل بھی مری گایا نہ کرو

کیا کوئی شخص آسانی سے یقین کر سکتا ہے کہ پچھلی غزل بھی اسی نازک خیال کے دماغ سے نکلی ہے جس نے کہا تھا کہ "او دل ہدف تیر نگہ پھر کیا تو نے ۰۰ اگلے ہی مرے زخم جگر تھے ابھی کچے"

لیکن یہ پیران سخن کے راز دنیا زہین۔ اِن حکیمانہ اسرار کی کنہ دریافت کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہین اِس مسئلے پر زیادہ غور نہ کرو اور سمجھ لو کہ شیخ شیراز نے سچ کہا تھا ؎

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم
گہے بر پُشت پاے خود نہ بینم

شکر ہو کہ ایسے ہلکے مضامین بمقابلہ اپنے ہمعصرون کے رند کے یہان کم ہین اور اُس کے گلدستے مین جو چند ایسے اشعار شامل ہوگئے ہین وہ کانٹے تو ضرور ہین لیکن گلاب کے!! روح کو ایذا تو پہنچاتے ہین لیکن پھول کی خاطر سے وہ بھی عزیز ہین!!!

جس طرح میر کے بہتر نشتر اور سودا کے بہتر خنجر زبان زد خاص و عام ہین اُسی طرح کہا جاتا ہو کہ گل و بلبل کے مضامین مین رند کے بھی بہتر تیر ہین جو متقدمین کے کلام سے ٹکر کھاتے ہین۔

بلبل کے زمزمون کی ایران اور اُس کے شعرا کی نظر مین ہمیشہ وہی وقعت رہی ہے جو لوے کے نغمون کو یورپ کی شاعری مین نصیب ہوئی۔ بلکہ یہان گل و بلبل کے عشق کی داستان نے فریاد عندلیب کو اور بھی زیادہ مؤثر اور دلکش بنا دیا تھا اور اِسی وجہ سے فارس کے قریب قریب کل نامور شعرا نے بیش و کم گل و بلبل کی حکایت ضرور نظم کی ہے اور اِس پردے مین تصوف اور فلسفۂ اخلاق کے بڑے بڑے معرکۃ الآرا مسائل کو حل کیا ہو۔

اگرچہ یہ افسانہ ہندوستان مین وہ ملکی خصوصیت نہین رکھتا تھا جو اُس کو جام و شیراز مین حاصل تھی لیکن چونکہ یہان کی شاعری مین ابتداءً ایران کے خیالات کا اتباع ضروری سمجھا جاتا تھا اِس لیے گل و بلبل کی داستان بھی ورثہ آبائی کی طرح یہان پہنچی اور ہماری زبان کے بھی کل شعراے متقدمین نے اِس افسانہ سے صفحۂ قرطاس کو گلزار بنانا مناسب سمجھا۔

چنانچہ رندنے بھی کہ میر و مرزا اور اُن کے ہمعصرون کی تقلید پر جان دیتے تھے اِس افسانۂ درد و غم کی طرف توجہ کی اور اس کو اِس سوز و گداز سے نظم کیا کہ بہ حیثیت مجموعی اُردو شاعری کے کل دفتر مین اُس کا جواب آسانی سے نہین دستیاب ہو سکتا۔

رندنے اِس منزل کو کامیابی کے ساتھ طے کر کے ثابت کر دیا کہ وہ اگرچہ ایک اودھ کا نواب زادہ ہو لیکن اُس کی نظر صرف معاملات دنیا اور معشوقان بازاری کے ناز و انداز ہی کی طرف نہین ہو بلکہ وہ نیچر کے ہر ایک حسن اور دلکشی سے بہرہ اندوز ہوتا اور چھوٹی سے چھوٹی چیز مین فطرت کی صناعی دیکھ کر اُس سے ایک مفید سبق حاصل کرتا ہو۔ اور صرف دل ہی دل مین اس سے مزا نہین لیتا بلکہ چار پچھلے انسون کو بھی اُس سے مستفید کرنا چاہتا ہو۔

اُس نے اِس کٹھن راستے کو بخیر و خوبی طے کر کے دکھا دیا کہ وہ اب شکسپیر کی طرح "دنیا اور اُس کے خونخوار درندون کے" ہر عیب و ہنر سے آگاہ ہو چکا ہو۔ اُس کو ان تمام جعلسازیون۔ مکاریون۔ اور دغابازیون کی خبر ہو جن کے اجتماع کا اصطلاحی نام دنیا رکھا گیا ہو اور وہ اِس عالم کی صرف سطح ظاہر پر نگاہ نہین کرتا بلکہ غور و تعمق سے اُن تمام اندرونی خیالات اور باطنی قوتون سے بھی پوری واقفیت حاصل کر چکا ہو جو پردۂ ظاہر مین ظہور حوادث کے باعث ہوا کرتے ہین۔ وہ اس وقت دنیا والون سے الگ ایک نہایت بلند مقام پر بیٹھا ہوا ہو اور اِس طلسم امید و بیم کا جو کٹھ پتلی کی طرح ایک تار کے اشارے سے حرکت کرتا ہو تماشہ دیکھ رہا ہو۔ اور یہ اُس کی عالی ظرفی ہے کہ ایسے بلند مقام پر پہونچکر اپنے دوسرے بھائیون کو فراموش نہین کرتا بلکہ ایک مرادی افسانے کی طرح گل و بلبل کے پردے مین یہ چشم دید واقعات نہایت شیرین اور دلکش لہجے مین اُن کو سناے جاتا ہو

ظالم طعنہ دیتے ہین کہ "لکھنؤ کے شعرا مین باریک بینی نہ تھی اور اِس سبب سے اُن کا کلام بلند رتبہ نہ کہا جا سکا" اِس کا جواب سواے اِس کے اور کیا دون کہ یہ بہتر تیر جو اس

مضمون کے ساتھ بطور ضمیمہ شامل کردیے گئے ہین اور بالکل سرسری طور پر ایک شاعر کے دیوان سے انتخاب کر لیے گئے ہین۔ غور سے پڑھو اور سمجھنے کی کوشش کرو اور پھر بتاؤ کہ اب وہ کیا بات باقی ہو جو اس مین موجود نہین اور وہ کون سی باریک بینی اور وسعت نظر ہے جس کی تم کو تلاش ہو اور اس مین نہین مل سکتی۔ ظاہر مین تو گل و بلبل کا دُکھڑا ہو لیکن دراصل مبدا و معاد اور دار العمل دار الجزا کے ہر ایک واقعے کی چھوٹے پیمانے کی تصویر ہو!!! ؎

کرے کون اسکی رقم پہ صاد کُسے کون دیوے سخن کی داد
نہ تو شبلی ہو نہ جنید ہے نہ نظام ہو نہ تسنرید ہے

ابناے روزگار کا قاعدہ ہو کہ شاعر کے کلام پر ریویو کرتے ہین تو اُس کی زبان دانی کا بھی ذکر کیا کرتے ہین لیکن رند کے متعلق اِس رسم فرسودہ کی پابندی کی ضرورت نہین کیونکہ یہ جس جماعت کے ایک معزز رکن تھے اور جس سوسائٹی مین اُن کی زندگی بسر ہوتی تھی اُسی کی زبان لکھنؤ مین معیار صحت تھی اور اس لیے اُن کی زبان پر حرف رکھنا ممکن ہی نہین۔ دوسرے یہ کہ جو اُن کے عروج کا زمانہ تھا اُس وقت شیخ ناسخ زبان اُردو کی اصلاح کر چکے تھے اور اُن کی زبان عام طور پر رائج ہو چکی تھی اس لیے اگر رند کی زبان کے متعلق کچھ کہنا ضروری ہو تو بس یہی کافی ہو کہ اُن کی زبان قریب قریب وہی تھی جو ناسخ کی تھی۔ البتہ چند خصوصیتین اُن کی زبان مین ضرور تھین جن کا مختصراً یہان پر ذکر کر دینا مناسب ہو۔

(۱) اساتذہ متقدمین کی تقلید کے شوق مین یہ بعض اوقات زبان بھی انھین کی استعمال کرنے لگتے ہین مثلاً

پرے بمعنی آگے ؎

ترا دیوانہ جس وادی مین تھا اے غیرت لیلیٰ
پرے مجنون کے جنگل سے بھی کوسون وہ بیابان تھا

مانیان بمعنی مائین ؎

منتین مانیان درگاہون مین چلے باندھے
پر میسر نہ ہوا ساتھ سلانا تیرا
قدم ڈگنا بمعنی پانؤن کا کانپنا ــــہ

ہر گام پہ ڈگتا ہے قدم راہ وفا مین
کھائی ہے جھپٹ ایسی کہ سنبھلا نہین جاتا
نہین اُلٹ بجائے نہ اُلٹے ــــہ

یون یک بیک نقاب کو رُخ سے نہین الٹ
دہشت یہ ہے نہ جائے مرا دم کہین اُلٹ
بہک بمعنی ششدر ــــہ

شرمگین آنکھ کسی گل نے نہ دکھلائی ہو
رہ گئی ہے جو بہک نرگس شہلا ہو کر
تلے بمعنی نیچے ــــہ

بعد مردن ہوئی مدفون شجر گل کے تلے
کس کو معلوم تھا یہ ہوگا آل بلبل
کہیو بمعنی کہنا ــــہ

کچھ زبانی کہیو بس فرط شوق سے
خط تو اسے قاصد لکھا جاتا نہین
ہنکارنا بمعنی ٹر مارنا ــــہ

وہ سُنایا جو فرشتون نے سنا تھا نہ کبھی
عالم جذب مین مجذوب جو ہنکارے ہین
ہر پھر کر بمعنی پھر پھرا کر ــــہ

پھر اُسی دشمن جان سے یہ بلا ہر پھر کر
دل ہمارا نہ کسی اور سے بہلا دیکھو
مجھ پاس بجائے میرے پاس ــــہ

پھر یہ منہ لیکے آئے ہو مجھ پاس
دور ہو سامنے سے نفرت ہے
سری بمعنی نوک ــــہ

اوکماندار رے سینے سے سب تیر نکال
دلمین جو ڈوب گئی ہو وہ سری رہنے دے
اندھیاری بمعنی اندھیری ــــہ

دن وصل کا مدقوق تھا تاریک شبون ہے
اندھیاری بھی از غیرت شمس و قمر آئی

بجث بمعنی صیغۂ امر حاضر بمعنی بحث کرتو ؎

قمری نہ بجث مجھ سے ابھی اُٹھ کے ناپ لے
شمشاد سے ترے وہ سراپا بلند ہے

(۲) بول چال کا صحیح نقشہ اُتارنے کے لیے یہ صرف و نحو کا خیال نہین کرتے بلکہ جو محاورہ جسطرح بولا جاتا ہو اُسی طرح نظم کر دیتے ہین مثلاً۔

اگلی بہ نسبت بمعنی بہ نسبت سابق ؎

مریض آپ کے فی الجملہ رو بصحت ہین
سُنا ہے اگلی بہ نسبت تو کچھ بحال ہوے

دل جگر بلا واو عاطفہ ؎

دل جگر دونون ہدف کرتے ہین بہرِ امتحان
دیکھنے ہین ایک دِن پہلے تمھارے تیر کے

قلق سا قلق بمعنی بعید قلق ؎

ہے قلق سا قلق مرے دل کو
دم کی مہمان جان مضطر ہے

جب نہ تب بمعنی ہمیشہ ؎

جب نہ تب اک نہ اک بہانہ کیا
تیری بدخو یہ حیلہ جُو نہ گئی

آٹھوین ساتوین بمعنی آٹھوین ساتوین دِن ؎

نہ وہ صحبت نہ وہ الفت نہ مدارات رہی
آٹھوین ساتوین کی مجھ سے ملاقات رہی

جان بجاے ایجان ؎

جان نوچندی کو کیون آتے نہین اس راہ سے
کربلا سے پھر کے آخر جاتے ہو درگاہ کو

(۳) بعض الفاظ کی تذکیر و تانیث مین خصوصیت ہے مثلاً ؎

دوزخ مذکر ؎

یہ بھی احسان ہے تیرا جو دیا دوزخ بھی
میرے اعمال کی تو یہ بھی مکافات نہ تھی

جان مذکر ؎

مجھے دیکھ کے دل جان کھونا پڑا ہے
غرض ہاتھ دونون سے دھونا پڑا ہے

طرز مونث سے

عمر بھر شعر عاشقانہ کہے	ہاتھ سے طرز گفت گو نہ گئی
بلبل مذکر سے	
کیا آمد خزان ہی صبا کیا ہوا چلی	کیون زمزمون سے بلبل گلزار رہ گیا

رند کی پرائیوٹ زندگی کے مفصل حالات لکھنے کے لیے یہ موقع کچھ مناسب نہین اور مختصراً یہی کافی ہی کہ لکھنؤ کا ایک نوجوان۔ حسین۔ عاشق مزاج۔ اور دولتمند رئیس زادہ بادشاہ نصیر الدین حیدر کے عہد مین جس چال ڈھال کا ہوسکتا تھا ویسے ہی حضرت رند بھی تھے مگر محتسب را درون خانہ چہ کار۔

ہم یہی غنیمت سمجھتے ہین کہ وہ آخر عمر مین تمام معاصی۔ ملاہی اور منہیات سے تائب ہوگئے بلکہ استاد کے مرنے کے بعد شاعری بھی کم اور رفتہ رفتہ بالکل ترک کردی [۱،۲]

دربار اودھ کی سازشون۔ بداعمالیون۔ اور فتنہ پردازیون سے برداشتہ خاطر ہوکر غدر سے کچھ دنون پہلے ہجرت کی نیت کی اور بغرض حج بیت اللہ و زیارت ائمہ علیہم السلام اپنے عزیز وطن اور پیارے اختر نگر (لکھنؤ) کو ہمیشہ کے لیے الوداع کہی اور نظم اردو نے بڑی حسرت و بیکسی سے اُن کو یہ کہکر رخصت کیا ع

تم آپ چلے مجھ کو کیا کس کے حوالے

انسان کیا چاہتا ہی اور کیا ہوتا ہی مشیت ایزدی کے خلاف انسان کی کوئی کوشش کارگر نہین ہوسکتی۔ چونکہ حج و زیارت کی سعادت ان کی قسمت مین نہ تھی اسلیے

---

[۱] صحبت شعر و سخن ہو گئی برہم اے رند — بعد آتش نہ نظر ایک بھی استاد آیا

(رند دیوان ثانی)

[۲] کیا شاعران حال کے جلسون مین جایئے — اب رند شاعری نہ رہی یاوہ گوئی ہی

(رند دیوان ثانی)

بمبئی پہونچتے ہی بیار ہو گئے اول تو پیرانہ سالی اُس پر مرض کا اشتداد!! تاب وطاقت نے جواب دیا اور چارپائی پر ایسا گرا یا کہ چار ہی کے کاندھون پر اُٹھے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

جزلے تشنہ مردن در غریبی
شراب از دست پیغمبر ستاناد

•×•

زمزمۂ بلبل

آ عندلیب مِل کے کرین آہ وزاریان
تو ہاے گُل پکار مین چلاؤن ہاے دِل

•×•

کھلی ہی کنج قفس مین مری زبان صیاد
دکھائے گا نہ اگر سیر بوستان صیاد
جہان گیا مین گیا دام لے کے وان صیاد
دکھایا کنج قفس مجھ کو آب ودانے نے
اُجاڑا موسم گل ہی مین آشیان میرا
اُداس دیکھ کے مجھ کو چمن دکھاتا ہے
رہے نہ قابل پرواز بال وپر میرے
نہ ہون گا بند قفس مین کبھی مین وہ بلبل ہون

مین باجرلے چمن کیا کرون بیان صیاد
پھڑک پھڑک کے قفس ہی مین دونگا جان صیاد
پھر اتلاش مین میری کہان کہان صیاد
دگر نہ دام کہان مین کہان کہان صیاد
الٰہی ٹوٹ پڑے تجھ پہ آسمان صیاد
بہت دنون مین ہوا ہی مزاج دان صیاد
قفس سے اُڑکے مین اب جاؤنگا کہان صیاد
ہزار تجھ کو سناؤن گا داستان صیاد

پردن کو کھولدے ظالم جو بند کرتا ہے
قفس کو لے کے مین اُڑجاؤن گا کہان صیاد

درِ قفس کبھی کھلے گا تو اب نہ جاؤن گا
یقین نہوئے تو کر میرا امتحان صیّاد

قفس پہ رکھنے لگا اب تو ہار پھولون کے
ہزار شکر ہوا مجھ پہ مہربان صیاد

عزیز رکھتا ہی کرتا ہے خاطرین میری
ملا ہی خوبیٔ قسمت سے قدردان صیاد

کرے گا یاد مرے زمزمون کو بعد مرے
ہون چند روز ترے گھر مین میہمان صیاد

الٰہی دیکھیے کیونکر نباہ ہوتا ہے
زبان دراز ہون مین اور بدزبان صیاد

فریب دانہ نہ کھاتا مین زینہار لے ہرزہ
نہ کرتا دام اگر خاک مین نہان صیّاد

جس جگہ سرو نہین گل نہین شمشاد نہین
ایسے گلشن مین مجھے عادتِ فریاد نہین

لطف گلگشت چمن کنج قفس مین بھولے
اب تو نقشہ بھی گلستان کا مجھے یاد نہین

فصل گل مین کیا آزاد قفس سے مجھ کو
بھولنے کا کبھی احسان ترا صیاد نہین

اب رہائی سے اسیری ہی مری بہتر ہے
بال و پر اُڑنے کے قابل مرے صیاد نہین

سیر گلشن کے مزے قید مین کسدن بھولے
کب قفس مین ہمین یادِ گل و شمشاد نہین

ردّ و بدل یوار چمن کرکے اُڑانا مجھکو
راستہ باغ کا صیاد مجھے یاد نہین

عمر گذری ہی مجھے مشق خموشی کرتے
ہون وہ بلبل جسے اندازِ فغان یاد نہین

لطف پرواز گلستان ہی مجھے یاد ابھی
دل قفس مین مرا لگتا نہین صیاد ابھی

حق بجانب ہی اگر قدر نہ کی پر کاٹے
عادتون سے مری واقف نہین صیاد ابھی

دل مین رہ جائے تڑپنے کی نہ حسرت باقی
تہِ دام اور پھڑک لینے دے صیاد ابھی

—— •×• ——

تو گرفتاری مین چندے یاد گلشن کی رہی
اب قفس سے چھوٹ کے گھر یاد آئے گا صیاد کا

کھینچکر ذوقِ اسیری دام تک لیجائیگا　　آب و دانہ ہی جو قسمت مین مرے صیاد کا

— •×• —

صیاد ترے دام سے آسان تھا چھوٹنا　　مشکل یہ ہے کہ تجھ سے مرا دل اٹک گیا

— •×• —

تہمتِ حسرت پروانہ نہ مجھپر باندھے　　وجہ کیا کھول کے صیاد نے پھر پر باندھے
مطمئن بیٹھ تو صیاد نہ کر قید شدید　　ہون مین پابند محبت ترا بے پر باندھے

— •×• —

ترا اسیر قفس جان سے تنگ ہے صیاد　　حلال کرنے مین اب کیا درنگ ہی صیاد
پھنسا ہون دام مین تیرے تو مر کے چھوٹونگا　　اسیر ہو کے رہائی تو ننگ ہے صیاد

— •×• —

صیاد مین پانی بھی نہ پیتا ترے گھر کا　　مجبور ہون کچھ بس نہین بے بال و پری سے

— •×• —

نکلے تھے چمن سے کہ پھنسے کنج قفس مین　　لوگھات ہی مین بیٹھا تھا صیاد ہماری
اچھا نہین ہر وقت اسیرون کا ستانا　　پڑجاے کہین آہ نہ صیاد ہماری

— •×• —

موت آجاے قید مین صیاد　　آرزو ہو اگر رہائی کی

— •×• —

مدت سے آشیانہ و گل کی خبر نہین　　پوچھون چمن کا حال جو باد صبا ملے

— •×• —

سُنا ہے آتش گل نے جلا دیا گلشن　　بچا کہ خاک ہوا آشیان نہین معلوم

— •×• —

مین کیا جانون چمن کہتے ہین کس کو آشیان کیسا — کھلین آنکھین تو میری آن کر صیاد کے گھر مین

قدر میری تجھے نہ تھی صیاد — ہاتھ ملتا ہی کیون رہا کر کے

پھولا ہی پھلا چھوڑ کے اُٹھ جاؤن چمن کو — اے ہمدم دکھاے مجھے عالم نہ خزان کا

یاد آتا ہی قفس مین لطف گلگشت چمن — داغ دیتی ہی جگر پہ دل جلاتی ہی بہار

کبھی خوف خزان ہی اور کبھی صیاد کا کھٹکا — بناؤن کیا سمجھ کر آشیانہ اس گلستان مین

تیلیان ٹوٹین قفس کی جو لگی پر مارین — رشتہ بر پا ہین فقط الفت صیاد سے ہم

قطعہ

کیون نہ رؤین ڈھانپ کر منہ ہاے اپنی حال پر — پھنس گئے ظالم کے پھندے مین نہین چلتا ہی بس

آپ اڑ کر آکے تھے دانستہ ہم تو دام مین — کھینچکر لائی نہ تھی کچھ آب و دانے کی ہوس

کیا تمنا تھی ہوا کیا حیف ہی افسوس ہے — کون ہے فریاد سنتا ہے بجز فریاد رس

مطلب یا ارز اسیری صحبت صیاد ہو — بے مروت رفتہ یا ناندیم تنہا در قفس

خوب سا دیکھ لے جی بھر کے چمن کو بلبل — یاد آئے گا قفس مین تجھے گلزار بہت

گل کو بھڑکاتی ہے بلبل کو خفا کرتی ہے — تو در اندازیان اے باد صبا کرتی ہے

باغباں دشمنِ جاں گھات میں ہر دم صیاد
بلبل اس باغ میں کیوں رہتی ہے کیا کرتی ہے

تنگ نے نداں سے ہے یہ صحن گلستاں مجھکو
لے نکل وحشتِ دل سوے بیاباں مجھ کو
آب و دانے نے کیا بند قفس میں لاکر
چھوڑا و حسرتِ پرواز گلستاں مجھکو

گلشن بغیر یار ہے کنج قفس سے تنگ
ہم تو بڑے عذاب میں اے ہمصفیر ہیں
تنہا میں کس کے ساتھ کروں نغمہ سنجیاں
میں باغ میں قفس میں مرے ہمصفیر ہیں

رونق گلشن ہیں زیب خانۂ صیاد ہیں
اپنے دم سے اب تو گلزار قفس آباد ہیں

مر کے چھوٹیں گے قفس سے اڑ کے جائینگے کہاں
قابلِ پرواز اب اپنے نہیں صیاد پر
دام میں لاکر پھنسایا اب تو آب و دانے نے
کھل ہی جائینگے مرے عیب و ہنر صیاد پر

شکر کر قید سے صیاد کے ہوتی ہے رہا
آب و دانہ ترا اے بلبلِ شیدا اٹھا

سخت جاں تھا جو رہا زندہ چمن سے چھٹ کر
میں تو دم بھر بھی نہ اے مرغ گلستاں جیتا

دیدِ گل کے تجھے پڑ جائیں گے لالے بلبل
پڑ گئی جب کسی صیاد کے پالے بلبل
پھر وہی کنج قفس ہے وہی صیاد کا گھر
چار دن اور رہا باغ کی کھالے بلبل
دست انداز نہ ہو گل پہ ابھی اے گلچیں
صبر کر صبر ذرا باغ سے جالے بلبل
کسی غنچہ کو چھوا اور نہ کوئی گل توڑا
گھورتی کیوں ہے مجھے آنکھیں نکالے بلبل

مول لے کر چھوڑ دے صیاد سے ہوگا ثواب
چند برگِ گل ہیں اے گلچین بہائے عندلیب

حق صحبت تجھ پہ واجب ہی قفس تک لے صبا
چند برگِ گل اڑا لیجا برائے عندلیب

جائے کیونکر باغ سے وہ قیدیِ زندانِ عشق
الفتِ گل ہو گئی زنجیرِ پائے عندلیب

—— •×• ——

مژدۂ کنجِ قفس تجھ کو مبارک بلبل
آج پڑتی ہی بری طرح سے صیاد کی آنکھ

اڑ گئی نیند مرے زمزمے سن کر شب کو
نہ لگی صبح تلک شام سے صیاد کی آنکھ

—— •×• ——

گُل کھلتے رہیں چہچہے کرتا رہے بلبل
یارب رہے آباد یہ گلزار ہمیشہ

—— •×• ——

سیر کی خوب پھرے پھول چنے شاد رہے
باغباں جاتے ہیں گلشن ترا آباد رہے

—— •×• ——

راقم بقول داغ

خوش ادائی نے رکھا ہم کو اسیرِ صیاد
ہم سے اچھے رہے صدقے میں اُترنے والے

امیر احمد علوی بی۔ اے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مطبوعات انوار المطابع لکھنؤ

اُردوئے معلّٰی مرزا غالب مرحوم کے اُردو خطوط کا مجموعہ جسے لوگ بجا طور پر موجودہ انداز تحریر کی بنا اون کہتے ہین۔ اُردو نثر مین جو پاکیزگی، صفائی اور سلاست آج نظر آتی ہے یہ بہت کچھ اُنہی کا فیض ہے۔ اِسکے حصہ اول مین صاف اور سادہ عبارت کے خطوط ہین جنکے مطالعہ سے صحیح اور فصیح اردو لکھنے مین بہت مدد ملتی ہے اور حصہ دوم مین وہ رقعات ہین جنمین زانے لوگون کو اصلاحین یا شاعری کے متعلق کچھ ہدایات لکھی ہین بعض کتابون کے دیباچے اور تقریظین بھی اسمین شامل ہین۔ قیمت عا

شرح دیوان غالب (از مولانا سید علی حیدر طباطبائی نظم لکھنوی الملقب بہ نواب حیدر یار جنگ) دیوان غالب کی متعدد شرحین لکھی گئین مگر سب سے مبسوط و مفصل شرح یہی ہے اور چونکہ شارح خود ایک با کمال شاعر اور فاضل اجل ہین اسوجہ سے یہ شرح خاص طور پر قابل مطالعہ ہے۔ قیمت عا

یادگار غالب جسمین مرزا اسد اللہ خان دہلوی کے واقعات زندگی بیان کرنیکے بعد مرزا کی فارسی نظم و نثر کا انتخاب درج کیا گیا ہے اور ہر ایک صنف کلام پر نہایت خوبی سے تبصرہ کیا گیا ہے۔ نہایت عمدہ چکنے کاغذ پر اچھی طبع ہوا ہے۔ قیمت سے

مقدمہ شعر و شاعری اس مین شاعری پر فلسفیانہ و محققانہ بحث کرنیکے ساتھ ساتھ اردو شاعری کے جملہ اصناف پر لطیف تبصرہ کیا گیا ہے کوئی شبہ نہین کہ مولانا حالی کا مقدمہ دیوان بے نظیر اور قابل قدر معلومات کا گنجینہ ہے قیمت قسم اول عہ قسم دوم عہ

دیوان حالی جسکا تیسرا ایڈیشن حال مین طبع ہوا ہے ارباب ذوق کے لیے نہایت ضروری چیز ہے قیمت عہ

(تصانیف مولانا شبلی نعمانی مرحوم)

شعر العجم حصہ چہارم جسمین شاعری کی حقیقت اور فارسی شاعری کے محاسن اور اسکے مختلف صنان مین سے مثنوی پر تبصرہ ہے۔ اِس حصہ مین تفصیل کے ساتھ بتایا ہے کہ ایران کی آب و ہوا اور تمدن اور دیگر اسباب نے شاعری پر کیا اثر کیا اور کیا کیا تغیرات پیدا کیے۔ اسکے ساتھ ہر دور کے خصوصیات کی تشریح اور شاعری کے تمام انواع پر مفصل تقریظ و تنقید ہے۔ قیمت عا

شعر العجم حصہ پنجم اِس حصہ مین قصیدہ، غزل، اور فارسی زبان کی عشقیہ، صوفیانہ، اخلاقی اور فلسفیانہ شاعری پر نقد و تبصرہ ہے۔ قیمت عہ (باقی حصص زیر طبع ہین)

موازنہ انیس و دبیر مولانا شبلی کی لاجواب تالیف جسمین اُنھون نے آسمان مراثی کے آفتاب و ماہتاب میر انیس و مرزا دبیر کے کمالات شاعری کا باہمدگر موازنہ کرکے دکھایا ہے۔ اگرچہ بدر منیر کی

صاف و شفاف روشنی ہو جاتی ہے اسوقت دن کا سا اُجالا رہتا ہے پھر بھی آفتاب عالمتاب کی ضیاگستری سے اسکو کیا نسبت
میر انیس کے کلام کی خوبیوں اور ان باریک نکتوں کے بیان کرنے میں جن تک عام نظرین نہیں پہنچتیں مولانا
شبلی نے اپنی سخن سنجی اور کمالات ادبی کے خوب خوب جوہر دکھائے ہیں قیمت [illegible]

علم الکلام (مولفہ مولانا شبلی) جسمین علم کلام کی ابتدا اور اسکے عہد بعہد کی وسعت ترقی اور
تغیرات کی نہایت تفصیلی تاریخ اور علم کلام کے تمام شعبوں پر محققانہ بحث اور
اسکی مختلف شاخوں پر تبصرہ ہے قیمت عہ

مقالات شبلی یعنے مولانا شبلی کے ان ۱۵ پندرہ قابل قدر مضامین کا مجموعہ جو مختلف علمی رسالوں میں
چھپکر مقبول خاص و عام ہو چکے ہیں نہایت عمدہ چکنے کاغذ پر اعلیٰ طبع ہوا ہے قیمت عہ

بوئے گل - مولانا شبلی کی فارسی غزلیات کا مختصر مجموعہ قیمت ۴ر

دستۂ گل - مولانا شبلی کی چند فارسی غزلوں کا مختصر مجموعہ قیمت ۴ر

برگ گل - مولانا شبلی کے قصائد اور فارسی غزلوں کا مجموعہ قیمت ۴ر

اردو شاعری (از منشی امیر احمد علوی بی اے) جدید تعلیمیافتہ اصحاب میں سے جو لوگ ابتک یہ
یقین رکھتے ہیں کہ اردو شاعری محض بداخلاق ہے اور فطری جذبات و بلند خیالات
کے بجائے خلاف قیاس تشبیہات اور بیہودہ استعارات کا ایک مجموعۂ خرافات اسکے مطالعہ سے
معلوم ہو جائیگا کہ ہماری مشتی زبان کا سرمایۂ ادب انگریزی جیسی وسیع اور ترقی یافتہ زبان کے
ذخیرۂ ادبی کے مقابلہ میں کسی طرح ہیچ نہیں قیمت ۱۰ر

طالبعلم کی زندگی کا مقصد علی گڈھ کالج کے مایۂ ناز فرزند اور تعلیم جدید کے پاکیزہ ترین ثمر
آنریبل خواجہ غلام الثقلین مرحوم (بی اے ایل ایل بی)
وکیل ہائیکورٹ کا یہ لکچر طلبا کے لیے خاص طور پر لائق مطالعہ ہے قیمت ۲ر

سرمایۂ زبان اردو حضرت جلال لکھنوی مرحوم کا دم لکھنؤ کے آخری دور میں غنیمت تھا انکے شاعرانہ
کمالات مستغنی عن التعریف ہیں یہ انھیں کا لغت ہے جسے ارباب ذوق نہایت
درجہ پسند کیا ہے اور انھیں کی ضرورت پر نظر کرکے اب دوبارہ چھاپا گیا ہے اس لغت میں اردو کے عام
محاورات کا مفہوم اور محل استعمال سمجھانیکی خاص کوشش کی گئی ہے قیمت عہ

آفتاب داغ نواب مرزا خان داغ دہلوی مرحوم کا لاجواب دیوان مدت کے بعد اب دوبارہ پورے طبع سے
آراستہ ہوا ہے ابتدا میں حضرت داغ کے مختصر حالات زندگی دیے گئے ہیں قیمت عم

المشتہر: محمد حسن مالک انوار المطابع لکھنؤ